سید عبدالقدوس ہاشمی صاحب

مستشرقین اور اسلامی تحقیقات

قسط نمبر1

یہودیوں اور عیسائیوں کا واسطہ مسلمانوں سے بالکل ابتدائی دور میں ہو گیا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مکی دور ہی میں یہودی اور عیسائی دین اسلام پر اعتراضات کی ابتداء کر چکے تھے ۔ اور مخالفت کرنے میں وہ قریش کے بت پرستوں کے ہمنوا تھے ۔ مدینہ منورہ کے دس سالہ دور میں یہ مخالفت اور زیادہ شدت اختیار کر گئی خصوصاً یہودیوں کی مخالفت اور طرح طرح کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا ۔ قرآن حکیم کے وحی الٰہی ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی صادق ہونے کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات ان کی طرف سے ہوتے رہے ۔ قرآن مجید کی مکی اور مدنی آیتوں میں ان کے بعض اعتراضات اور جوابات کا ذکر موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت صدیقی و فاروقی میں ان لوگوں سے مسلمانوں کو ہر جگہ واسطہ پڑا ۔ اور عراق و شام کی فتوحات نے تو آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کی راہیں پوری طرح کھول دیں ۔ عیسائی علمائے مذہب نے اس زمانہ سے بطور مہم کے اسلام اور اس کی تعلیمات سے واقفیت پیدا کرنے اور قرآن مجید اور سیرت رسول کے متعلق طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے کی ابتداء کر دی تھی ۔ مگر اس زمانہ میں ان کی طرف خود عیسائی بھی کچھ زیادہ توجہ نہیں کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بازنطینی حکومت کی سخت گیری کے مقابلہ میں مسلمانوں کی روادرای اور آزادی نے مفتوحہ علاقوں کی غیر مسلم آبادی کے لئے ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ لوگ مسلمان فاتحین کی آمد کو " خدا کی رحمت " سے تعبیر کرتے تھے اور اپنے متعصب مذہبی پیشواؤں کی طرف لوگ کم ہی توجہ کرتے تھے ۔ اس زمانہ میں لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے جاتے تھے ۔ مصر شام کے عیسائی اور یہودی علماء اور پیشوایان مذاہب اس کے مقابلہ میں بے دست و پا سے ہو گئے تھے ۔

ولید بن عبدالملک (۸٦ ـ ۹٦) کے دور میں کاشغر ' بخارا اور سندھ فتح ہو گیا اور اس زمانہ میں اندلس بھی ممالک اسلامیہ میں شامل ہوا ـ اب اہل یورپ سے مسلمانوں کا براہ راست تعلق قائم ہو گیا ـ اگرچہ اس سے پہلے بھی یورپ کے زائرین بڑی تعداد میں بیت المقدس میں کیسہ قیامت اور ولادت گاہ مسیح کی زیارت کے لئے جاتے تھے ـ بلکہ بہت سے یورپین طلباء بیت المقدس اور دمشق میں رہ کر علم حاصل کرتے تھے ـ مگر ان کا تعلق اتنا گہرا اور ایسا دوامی نہ ہوتا تھا جیسا کہ اندلس کی فتح کے بعد سے ہو گیا ـ

تفصیلات کے بیان کا موقع نہیں ' عرض یہ ہے کہ یورپ کے طالبان علم کا تعلق اور عیسائی و یہودی پیشوایان مذہب کے اسلام کے خلاف ' علم فلسفہ اور تحقیقات کے نام سے ' مساعی بالکل ابتدائی دور اسلامی ہی سے جاری تھیں ـ اور آج تک جاری ہیں ـ اس لئے ہم تاریخ کے کسی خاص وقت کو اس جد و جہد کا نقطہ آغاز قرار نہیں دے سکتے ـ البتہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کے طریقے بدلتے رہے ـ مقاصد میں اگرچہ کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن کلیسا کا زور ٹوٹنے کے بعد سے کچھ مستشرقین ضرور پیدا ہوئے جنہوں نے جرات کے ساتھ اپنے ہی اساتذہ کی پھیلائی ہوئی بہت سی باتوں کو غلط قرار دیا اور پوری قوت کے ساتھ ان کی تردید کی ـ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس تردید سے ان کا مقصد سچ کو سچ کر کے دکھانا یا خود اپنی طرف سے پیدا کئے ہوئے شکوک کو قابل قبول قرار دینا تھا ـ اس لئے کہ ان تردید کرنے والوں میں سے اکثر نے جہاں اپنے پیش رو مستشرقین کے کذب و افترا کی پوری قوت کے ساتھ تردید فرمائی ہے ـ وہاں اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ نئے شبہات بھی پیدا کر دئے ہیں ـ اور اتنی معصومیت کے ساتھ دبی زبان میں کوئی نہ کوئی بات کہہ گئے ہیں کہ پڑھنے والوں کو ان کی نیت پر کوئی شبہ بھی پیدا نہ ہو سکے ـ

مثلاً لندن یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر علامہ ڈینس سورا اپنی کتاب " تاریخ الادیان " میں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے سروپا اعتراضات اور

اپنے قبل کے مستشرقین کی پھیلائی ہوئی جھوٹی باتوں کی پوری قوت کے ساتھ تردید کرتے ہیں ۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۳۳ء میں لندن میں شائع ہوئی ہے ۔ وہ اپنے بیان میں اس قدر غیر متعصب اور بے لاگ مصنف نظر آتے ہیں کہ کسی کو ان کی نیت پر شبہ کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی بلکہ وہ اچھے خاصے عقیدت مند کی طرح بیان کرتے ہیں کہ ۔

" مذاہب کے عظیم بانیوں میں سے شائد محمد ایک شخص ہیں جن کی شخصیت تاریخی حیثیت سے بالکل واضح ہے ۔ اور خرافات نے ان کی شخصیت پر کوئی پردہ خفا نہیں ڈالا ہے " ۔

اور اس کے بعد عقید تمندانہ انداز میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں کی تعریف کرتے ہیں بلکہ خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔ لیکن اس کے بعد یہ بھی کہتے ہیں کہ ۔

" بلا شبہ عرب کے لوگ جنوں اور روحوں کی پوجا کرتے تھے ۔ اور روحوں کے حجری مجسموں میں جاگزیں ہونے کے قائل تھے ۔ ان کے علاوہ قبیلہ قبیلہ کے الگ الگ بت بھی ہوتے تھے ۔ اسلام نے ان سب بتوں کو نیست و نابود کر دیا ۔ صرف ایک حجرا سود کو باقی رکھا شاید اس لئے کہ اس سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا احترام مقصود تھا ۔ یا شاید یہ ایک سیاسی عمل تھا ۔ جس کے ذریعہ عربوں کے باہمی اتفاق کو باقی رکھنا مقصود رہا ہو " ۔

آپ نے دیکھا کہ فاضل پروفیسر نے کس معصومیت کے ساتھ یہ یقین دلانے کی سعی فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاسی مصلحت کی بناء پر ایک " بت " کو باقی رکھا اور اس حد تک بت پرستی کو اسلام میں جائز قرار دیا ۔ حالانکہ زمانہ جاہلیت میں بھی جب کہ سینکڑوں بت تھے ۔ کبھی حجر اسود کو بتوں کے زمرہ میں نہیں شمار کیا گیا ۔ اور نہ کبھی اس کی پوجا کی گئی ۔ حجر اسود کا ذکر ہی کیا ۔ اٹھارویں صدی تک یورپ کے مستشرق اور محققین یہ لکھتے رہے کہ مسلمان جو حج کو جاتے ہیں وہ اس لئے جاتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک برنجی بت بنا کر رکھ دیا

ہے مسلمان اس بت کو سجدہ کرنے کے لئے جاتے ہیں ۔ اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں خود علماء یورپ نے اس کی تردید کی اور ایک بار نہیں بار بار مختلف ممالک کے علماء نے اس کی تردید کی ۔ تب یہ خیال لوگوں کے دلوں سے محو ہو سکا ۔ یا شاید اب بھی دو رافتادہ دیہاتیوں میں یہ خیال موجود ہو ۔

بہر حال جیسے جیسے علم کی روشنی پھیلتی گئی ' عربی کی کتابیں یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہوتی رہیں ۔ اور یہ انتہائی حق ناشناسی ہوئی کہ عربی کتب کے اصل مضمون کی تصحیح و اشاعت اور ان میں سے بہت سی کتابوں کے یورپین زبانوں میں ترجمہ کرنے کی عظیم الشان خدمت پچھلے پانچ سالوں کے اندر یورپ کے مستشرقین نے انجام دی ہے ۔ اس سے انکار کیا جائے یا ان کو کمتر درجہ کا کارنامہ قرار دیا جائے ۔ اس کے لئے سینکڑوں مستشرقین نے اپنی عمریں صرف کیں ۔ حکومتوں اور بادشاہوں نے لاکھوں روپے خرچ کئے ۔ دولت مندوں نے بڑے بڑے اوقاف قائم کئے اور آج عربی کی بڑی بڑی اہم کتابیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں ۔ ان میں سے بہت سی کتابیں وہی ہیں جو ان ہی مستشرقین کی مساعی جمیلہ سے پہلی بار طبع ہو کر ہمارے ہاتھوں میں آسکی ہیں ۔ اس طرح افترا پردازی کا وہ بادل بھی آہستہ آہستہ چھٹ رہا ہے ۔ جو صدیوں تک قدیم مستشرقین اور پیشوایان مذاہب کے بیانات اور ان کی تحریروں سے یورپین ذہنوں پر چھایا ہوا تھا ۔ اب تحریروں کے انداز اور ان مستشرقین کے تحقیقات اسلامی کا طریقہ کسی نہ کسی قدر بدلا ہوا نظر آتا ہے ۔ اگرچہ اب بھی مقاصد میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں دکھائی دیتی ہے ۔ پادری کے زویر کی " تحقیقات اسلامی " اور ڈاکٹر کیتول اسمتھ کی " تحقیقات " میں مقاصد کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ملتا ۔ دونوں کی تحقیقات کو دیکھ لیجئے ۔ مقصد وہی استعماریت کی تائید اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی سعی ہے ۔

چار ادوار

مستشرقین یورپ کی اسلامی تحقیقات کو ہم سہولت مطالعہ کے لئے چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں ۔

۱ ۔ پہلا دور ابتدائے تاریخ اسلامی یعنی ساتویں صدی مسیحی یا گرگوری سے لے کر پندرہویں صدی مسیحی یعنی بیداری یورپ تک ۔

۲ ۔ دوسرا دور پندرہویں صدی کی ابتدا سے اٹھارہویں صدی کے اختتام تک ۔

۳ ۔ تیسرا دور انیسویں صدی کی ابتدا سے بیسوی صدی کی پہلی چوتھائی کے ختم یعنی ۱۹۲۵ء تک ۔

دور اول میں یورپ کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے اور مسلمانوں کی حیثیت استادوں کی سی ۔ یہ دور تقریباً آٹھ سو سال کے طویل زمانہ پر مشتمل ہے ۔ اس دور میں مسلمان اندلس میں صقلیہ میں اور جنوبی ایطالیہ میں حاکمانہ حیثیت رکھتے تھے ' ان کے بڑے بڑے علماء اور فلسفی ان علاقوں میں موجود تھے ۔ اس وقت علم اور تمدن کے مالک مسلمان تھے ان ہی کی تہذیب تھی اور ان ہی کے علوم ' علوم شمار کئے جاتے تھے

اس دور میں عیسائیوں اور خصوصاً یورپ کی ساری علمی زندگی پر ارباب کلیسا کا قبضہ تھا ۔ پاپائے اعظم اور ان کے نائبین مسلمانوں سے مختلف علوم حاصل کرنے کی سعی کرتے تھے اور عربی کتب و رسائل جمع کرتے تھے اسلامی قوانین کا تھوڑا بہت مطالعہ اس دور کے آخری حصہ میں کیا گیا ۔ طب ' فلسفہ ' فلکیات ' زراعت اور قانون پر مسلمانوں کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی اور فرنچ زبانوں میں ہوا ۔ ابن رشد اور جابر بن حیان اور ابن سینا کی کتابوں کے ترجمے کئے گئے ۔ یہ کام عموماً ایطالیہ میں اور کسی قدر فرانس میں ہوا ۔ لیکن نہایت دانائی کے ساتھ فارابی کو " فاربس " ابن رشد کو " ایوی روس " جابر کو " جبیر " اور ابن سینا کو " اوی سینا " بنا دیا گیا ۔ اور طلباء کو یہی کبھی نہیں بتایا گیا کہ یہ لوگ یورپین عیسائی نہیں بلکہ مسلمان تھے ۔ اگرچہ یہ راز زمانہ ما بعد میں راز نہ رہ سکا ۔ لیکن یورپ کے کچھ نہ کچھ لوگ اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ یورپین تھے اور مذہبا مسیحی تھے ۔

اس دور میں مسلمانوں اور دین اسلامی سے متعلق بڑے عجیب عجیب ہیستاک قصے

ارباب کلیسا کی طرف سے پھیلائے گئے ۔ کچھ مسلمانوں کی سفاکی کے قصے اور کچھ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے سروپا افسانے خوب خوب گھڑے گئے اور اسی زمانے میں یورپ والوں کو یہ باور کرایا گیا کہ مسلمان مکہ میں رسول اللہ کے برنجی بت کو سجدہ کرنے کے لئے جایا کرتے ہیں ۔

اس زمانہ کے مستشرقین میں سب سے اول نام " جوبردی اور لیاک " ایک فرانسیسی راہب کا ملتا ہے ۔ یہ فرانس میں سنہ ۹۳۸ء میں پیدا ہوا ۔ اور سنہ ۱۰۰۳ء میں بمقام ویٹیکن وفات پائی ۔ اس نے اندلس کے مدارس میں برسوں رہ کر تعلیم حاصل کی اور اپنی قابلیت کی وجہ سے واپس آکر فرانس و ایطالیہ میں بڑا نام پیدا کیا ۔ واپسی پر وہ ایطالیہ میں مستقل اقامت گزیں رہا ۔ حتی کہ سنہ ۹۹۹ء میں وہ پاپائے اعظم کے جلیل القدر عہدہ پر منتخب ہو گیا ۔ اس نے دو عربی مدرسے قائم کئے اور فلکیات و ریاضیات کی بعض کتابوں کے عربی سے ترجمے بھی کئے ۔ اس کے تراجم و تصانیف کا مجموعہ سنہ ۱۸۹۹ء میں برلن سے شائع ہوا ہے ۔

اس دور کے مستشرقین " اور الیاک " کے علاوہ قسطنطین الافریقی المتوفی سنہ ۱۰۷۸ء او جودی سانتاڈی کویل ۔ ایڈیلارڈ ۔ پطرس ۔ یوحنا ۔ رابرٹ ۔ ہرمان ۔ ڈینل مورلے ۔ میکل اسکاٹ ۔ لیو نارڈ ۔ تھامس ۔ ڈی اکوین ۔ رو جربیکن اور رینڈلیو وغیرہ کے نام ملتے ہیں ۔ یہ سب اندلس صقلیہ اور دیگر اسلامی ممالک کی درسگاہوں میں ترجمے کئے ہیں تقریباً یہ سب راہب یا کلیسا کے خدام ہیں ۔

اسی دور کا ایک بڑا فاضل اے تورمید ابھی ہے جس نے ایطالیہ میں تعلیم حاصل کی ۔ بہت دنوں تک عیسائی خانقاہ کا مرشد اعلیٰ رہا ۔ اس کے بعد تونس چلا گیا ۔ وہاں صدق دل سے مسلمان ہو گیا ۔ اور عبداللہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ وہیں تقریباً اسی سال کی عمر میں سنہ ۱۴۳۲ء میں وفات پائی ۔ اس کی قبر تونس میں باب المنارہ میں ہے ۔

شیخ عبداللہ تورمیدا کے علاوہ اور بہت سے اطالوی اور فرنچ مستشرقین نے مطالعہ

کے ذریعے دینِ حق کو پا لیا اور مسلمان ہو گئے ۔ ان میں سے بعض نے اسلام پر لاطینی اور فرنچ میں کچھ رسالے بھی لکھے تھے ۔ خدا جانے کہ یہ رسالے اب کہیں موجود ہیں یا ضائع کر دئے گئے ۔

دوسرا دور جو یورپ کی بیداری پندرہویں صدی مسیحی سے اٹھارہویں صدی کے ختم تک تقریباً (۴۰۰) سال پر مشتمل ہے ۔ دولت عثمانیہ ترکیہ کی اقبال مندی کا زمانہ ہے سنہ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ۔ اور بہت سے ممالک یورپ عثمانیوں کے زیر نگیں آگئے ۔ دوسری طرف یورپ میں عام بیداری پیدا ہوئی ۔کلیسا کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا ۔ ہر طرح کی سیاسی تعلیمی اور سماجی اصلاحات شروع ہوئیں ۔ اس دور میں ان کا لب و لہجہ بھی اسلام کے خلاف بہت ہی تلخ ہو جاتا ہے ۔ یہ تلخی عثمانی فتوحات کے خلاف جذبات نفرت کی پیداوار ہے ۔

اس دور میں ان کے کارنامے یہ ہیں کہ انہوں نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر عربی کتابوں کے قلمی نسخے نکالے اور ان کو طبع کر کے شائع کیا ۔ ان کے ترجمے کئے اور اس کے لئے بادشاہوں نے خزانوں کے دروازے کھول دئے ۔ عالموں نے اپنی عمریں وقف کر دیں۔ ان کارناموں کے علاوہ خود یورپین زبانوں میں اسلام پر اس دور میں بہ کثرت کتابیں لکھی گئیں ۔ اور مطبع کی ایجاد نے ان کتابوں کی بہ کثرت اشاعت کو آسان کر دیا ۔

اس دور میں یورپین اقوام نے مشرق کی زمین ایشیاء افریقہ پر قبضہ جمایا ۔ مستعمرات اور یورپین مقبوضات کا یہی زمانہ ہے ۔ انڈونیشیا ' ملایا ' ہندوستان ' صومالیہ اور جنوبی اور مغربی و مشرقی افریقہ پر نیدر لینڈ ' فرانس ' جرمنی ' برطانیہ اور ایطالیہ کے تسلط کی ابتداء اس دور میں ہوئی ۔ جن علاقوں پر ان استعمار پسندوں نے قبضہ کیا تھا ان میں سے اکثر میں مسلمانوں کی بڑی بڑی ہی نہیں بلکہ اکثریت کی آبادیاں تھیں ۔ قبضہ اور تسلط قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کی زبانیں سیکھی جائیں ان کے عقائد و روایات سے واقفیت حاصل کی جائے ۔ ان کے ایمان و عقیدہ کو وہم اور غیر ثابت شدہ حقیقت قرار

دیا جائے ۔

ان مقاصد کے لئے یورپین ممالک خصوصاً فرانس و جرمنی نے بڑی جد و جہد کی ۔ اس وقت ان کے سامنے اہم ترین مسئلہ ایک یہ بھی تھا کہ دولت عثمانیہ کی قوت کو کسی طرح توڑا جائے اس کام کے لئے یہ ضروری تھا کہ عربوں اور ترکوں کے مابین منافرت اور دشمنی پیدا کر دی جائے اور نہ صرف پیدا کر دی جائے بلکہ اس منافرت کو دوامی صورت دے دی جائے ۔ اس مقصد کے لئے فرانس کے بادشاہ لوئی چار دہم نے بے دریغ دولت صرف کی ۔ مستشرقین اور مشرق شناسوں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر ان سے عربی قومیت ' عربی تمدن ' عربی رسم و رواج اور عربوں سے متعلق دوسرے امور پر کتابیں لکھوائی گئیں ' عربوں کی تعریف و توصیف کے گیت گائے گئے ۔ (جاری ہے)

اطلاعات و اعلانات

نمبر1 ۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں ۔ وہ کافی عرصے بیمار تھے اللہ ان کی مغفرت فرمائے ۔
ادارہ ان کے لواحقین کے غم میں شریک ہے ۔

نمبر2 ۔ ماہنامہ ترجمان السنہ میں اشتہار دے کر اپنے تجارت کو فروغ دیں ۔

نمبر3 ۔ اگلے شمارے میں پروفیسر ڈاکٹر قاضی محمد عبداللہ صاحب کا " اسلام میں سزائے قید کا تصور " کے عنوان سے اہم مضمون بھی شامل اشاعت ہو گا ۔